سوال

عدالتی نکاح شرع کی نظر میں

جواب

سوال : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آج کل عدالتی نکاح کے کیس بہت دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ آئے روز کوئی نہ کوئی واقعہ پڑھنے کو ملتا ہے کہ فلاں لڑکے اور لڑکی نے عدالت میں شادی کرلی ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس نکاح کے بارے میں کیا حکم ہے۔؟ کیا یہ نکاح ہوجائے گا یا نہیں۔؟

جواب : عدالتی نکاح یا کورٹ میرج، نکاح کی کوئی قسم نہیں ہے بلکہ ہوتا یوں ہے کہ ایک لڑکا اور لڑکی گھر سے بھاگ کر کسی مولوی صاحب کی خدمات لے کر دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرلیتے ہیں،
بعض اوقات تو اس میں دو گواہ بھی موجود نہیں ہوتے ہیں اور بس لڑکا اور لڑکی آپس میں ہی ایجاب وقبول کرلیتے ہیں
اور اب تو یہ آن لائن بھی ہونے لگا ہے کہ جس میں کاغذوں میں تو دو گواہ موجود ہوتے ہیں اور اس گواہی کی وہ فیس بھی لیتے ہیں جبکہ امر واقعہ میں نکاح کے وقت کوئی گواہ ایجاب وقبول کے وقت موجود نہیں ہوتا ہے۔
بعض اوقات خطبہ نکاح ہوجاتا ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتا ہے۔
بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک تھانہ میں لڑکا اور لڑکی حاضر ہوکر ایس۔ ایچ۔ او کے سامنے ایجاب وقبول کرلیتے ہیں۔
یہ واضح رہے کہ یہ سب کچھ عدالت سے باہر ہوتا ہے۔ بعد ازاں لڑکا اور لڑکی اس عقد نکاح کا اقرار کسی مجسٹریٹ (جج) کے سامنے کرلیتے ہیں۔ اس اقرارنامے کو عموما عدالتی نکاح کا نام دیا جاتا ہے۔ جج کے سامنے یہ اقرار عاقدین اپنے تحفظ کے لیے کرتے ہیں۔ پس عدالتی نکاح میں ایک تو لڑکی کا ولی موجود نہیں ہوتا ہے اور دوسرا اکثر اوقات گواہان کاغذوں میں تو موجود ہوتے ہیں لیکن امر واقعہ میں نہیں ہوتے ہیں۔
لڑکی کے ولی اور عدم موجودگی اور بعض صورتوں میں گواہان کی بھی عدم موجودگی کے سبب سے یہ نکاح باطل ہے۔ اگرچہ یہ واضح رہے کہ کسی خاص کیس میں کسی لڑکی سے اضطرار کو دور کرنے کے لیے ولی کے بغیر نکاح کی اجازت دی جا سکتی ہے
مثلا اگر کوئی عیسائی یا قادیانی لڑکی مسلمان ہوجاتی ہے تو اس کی ولایت اس کے اولیاء سے اہل اسلام کی طرف منتقل ہوجائے گی
یا اگر کسی لڑکی کا والد اس کی شادی ہی نہیں کررہا ہے اور اس کی شادی کی عمر گزر رہی ہے
یا کسی غلط جگہ اس کی شادی کررہا ہے جیسا کہ پاکستان کے بعض علاقوں میں بیٹیوں کو شادی کے نام پر بیچ بھی دیا جاتا ہے وغیرہ
تو ایسی صورت میں بھی ولایت والد سے دیگر اولیاء کی طرف بالترتیب منتقل ہوجائے گی لیکن لڑکی کی شادی اس کی ولی ہی کی اجازت سے ہوگی۔
ایک مسئلہ ہے کہ لڑکی کی شادی یا نکاح کہاں ہوں تو اس میں اختلاف کی صورت میں ولی اور لڑکی میں سے لڑکی رائے کو ترجیح حاصل ہے اور ایک مسئلہ ہے کہ لڑکی کی شادی یا نکاح کون کرے تو اس میں صرف ایک ہی آپشن ہے اور وہ ولی کا ہے یعنی لڑکی کو اپنی پسند کی جگہ نکاح کی اجازت تو ہے لیکن ولی کے ذریعہ اور اگر ولی اس جگہ نکاح پر راضی نہ ہو رہا ہو تو ایسی صورت میں کسی مفسدہ کے لاحق ہونے کی صورت میں ولایت باپ سے کسی دوسرے رشتہ دار مثلا دادا، چچا، بھائی کی طرف منتقل ہوجائے گی جو لڑکی کی ذمہ داری لے کر اس کا نکاح اس جگہ کردے جہاں وہ کرنا چاہتی ہے، لیکن لڑکی اپنا نکاح ہر صورت ولی ہی کے ذریعہ کرے گی نہ کہ ولی کے بغیر۔
سوال : میں اجنبی ملک میں رہائش پزیر ہوں اور کسی اور ملک کی ایک نصرانی لڑکی سے شادی کی ہے، ہم دونوں کا اس ملک میں کوئی بھی قریبی رہائش پزیر نہیں، میں نے اسے شادی کا پیغام دیا تو وہ شادی پر رضامند ہوگئی بعد میں ہمارا ایجاب وقبول بھی ہوا لیکن میں مہر دینا بھول گیا اور بعد میں اسے کچھ رقم دی، اس لڑکی کا کوئی وصی نہیں وہ بالغ اور با اختیار ہے، اور اس شادی کے کوئی گواہ بھی نہیں۔
توکیا یہ شادی صحیح ہے، ہم نے معاشرے کے رسم ورواج سے ہٹ کر صرف اللہ تعالی کی رضا کے لیے شادی کی تھی، اس خدشہ سے کہ کہیں ہماری یہ شادی غلط نہ ہوا ایک دوسرے کو طلاق دے دی، توکیا ایسا کرنا صحیح تھا، اور کیا اب گواہوں اور اس کے کسی ولی کی موجودگی میں عقد نکاح کرنا واجب ہوگا؟

الحمد للہ :

اول :

جمہور علماء کرام جن میں امام شافعی، امام احمد، امام مالک رحمہ اللہ تعالی کا مسلک ہے کہ کسی بھی مرد کے لیے حلال نہیں کہ وہ عورت سے اس کے ولی کے بغیر شادی کرے چاہے وہ عورت کنواری ہو یا شادی شدہ۔

ان کے دلائل میں مندرجہ ذیل آیات شامل ہیں:

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

{اور تم انہیں اپنے خاوندوں سے شادی کرنے سے نہ روکو}

اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا:

{اور مشرکوں سے اس وقت تک شادی نہ کرو جب تک وہ ایمان نہیں لے آتے}۔

اور ایک مقام پر یہ فرمایا:

{اور اپنے میں سے بے نکاح مرد وعورت کا نکاح کردو}۔

ان آیات میں نکاح میں ولی کی شرط بیان ہوئی ہے اور اس کی وجہ دلالت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان سب آیات میں عورت کے ولی کو عقد نکاح کے بارہ میں مخاطب کیا ہے اور اگر معاملہ ولی کا نہیں بلکہ صرف عورت کے لیے ہوتا تو پھر اس کے ولی کو مخاطب کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کی فقہ ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح بخاری میں ان آیات پر یہ کہتے ہوئے باب باندھا ہے (باب من قال) "لانکاح الا بولی" بغیر ولی کے نکاح نہیں ہونے کے قول کے بارہ میں باب۔

اور حدیث میں بھی یہ وارد ہے کہ: ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا) سنن ترمذی حدیث نمبر (1101) سنن ابوداود حدیث نمبر (2085) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (1881)۔

علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے صحیح سنن ترمذی (1/318) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جو عورت بھی اپنے ولی کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اور اگر (خاوند نے) اس سے دخول کرلیا تو اس سے نفع حاصل اور استمتاع کرنے کی وجہ سے اسے مہر دینا ہوگا، اور اگر وہ آپس میں جھگڑا کریں اور جس کا ولی نہیں حکمران اس کا ولی ہوگا) سنن ترمذی حدیث نمبر (1102) سنن ابوداود حدیث نمبر (2083) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (1879) علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے ارواء الغلیل (1840) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث میں اشتجروا کا معنی تنازعوا یعنی تنازع ہے۔

دوم:

اگر عورت کا ولی اسے اپنی پسند کی شادی بغیر کسی عذر کے نہیں کرنے دیتا تو اس کی ولایت ختم ہوکر اس کے نزدیکی کے منتقل ہوجائے گی مثلا باپ کی بجائے دادا ولی بن جائے گا۔

سوم:

اور اگر اس کے سب اولیاء نے اسے بغیر کسی عذر شرعی کے شادی کرنے سے روکا تو سابقہ حدیث کی وجہ سے حکمران ولی بنے گا کیونکہ حدیث میں ہے (۔۔۔ اگر وہ جھگڑا کریں تو جس کا ولی نہ ہو حکمران اس کا ولی ہے)۔

چہارم:

اگر نہ تو ولی ہو اور نہ ہی حکمران تو پھر وہ شخص اس کی شادی کرے گا جسے سلطہ اور اختیار حاصل ہو مثلا گاؤں کا نمبردار، یا گورنر، وغیرہ، اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو وہ عورت اپنی شادی کے لیے کسی مسلمان امین شخص کو اپنی شادی کے لیے وکیل بنائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں:

اگر نکاح کا ولی نہ ہو تو اس حالت میں ولایت اس شخص کی طرف منتقل ہوگی جسے نکاح کے علاوہ دوسرے معاملات میں ولایت حاصل ہو مثلا گاؤں کا نمبردار، یا قافلہ کا امیر وغیرہ۔ دیکھیں الاختیارات ص (350)۔

اور ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں:

اگر عورت کا ولی نہ ہو اور نہ ہی حکمران ملے تو امام احمد کا قول ہے کہ اس عورت کی اجازت سے کوئی عادل شخص اس کی شادی کردے۔ دیکھیں المغنی (9/362)۔

اور شیخ عمر الاشقر کہتے ہیں:

جب مسلمانوں کی طاقت ختم ہوجائے اور انہیں سلطہ حاصل نہ ہو یا پھر عورت کسی ایسی جگہ رہتی ہو جہاں پر مسلمان اقلیت میں ہوں اور انہیں کوئی اختیار نہ ہو ان کا حکمران نہ ہو اور عورت کا ولی بھی نہ ہو

جس طرح کے امریکہ وغیرہ میں مسلمان بستے ہیں۔

اگران ممالک میں اسلامی تنظیمیں ہوں جو مسلمانوں کے حالات کا خیال رکھتی ہوں تو یہی تنظیم بھی اس عورت کا شادی کرے گی، اوراسی طرح اگر مسلمانوں کا کوئی ایسا امیر ہوجس کی بات تسلیم کی جاتی ہواوروہ اس کی اطاعت ہوتی ہویا کوئی مسئول جواس کے حالات کی دیکھ بھال کرتا ہووہ عورت کا ولی بنے گا۔ دیکھیں: الواضع فی شرح قانون الاحوال الشخصیۃ الاردنی ص(70)۔

عقدنکاح میں واجب اورضروری ہے کہ دوعددعاقل بالغ مسلمان اس عقدنکاح کی گواہی دیں۔ آپ اس کی تفصیل دیکھنے کےلیے سوال نمبر(2127) کے جواب کا مطالعہ کریں۔

اس لیے آپ کی پہلی شادی باطل تھی اب آپ کو دوبارہ نکاح کرنا چاہیے اوراس میں عورت کے ولی اوردوگواہوں کا ہوناضروری ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔

واللہ اعلم۔